

حقائق کا سامنا کیجئے!

قرآن مجید نے دو نقطہ نگاہ، بیچ زندگی یا طرز عمل بیان کئے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک یہ کہ ہر پیش آئے والے معاملہ یا دھڑی کے متعلق وحی خداوندی کی روشنی میں علم و بصیرت کی روش سے غور و فکر کیا جائے اور اگر وہ حقیقت کے معیار (کتاب اللہ) پر پورا اترے تو اس کی صداقت کو قلب و دماغ کے کامل اطمینان کے ساتھ قبول اور تسلیم کر لیا جائے۔ صداقت کو اس طرح تسلیم کرنے کو دین کی اصطلاح میں ایمان کہا جاتا ہے۔ اور عام الفاظ میں اسے حقائق کا سامنا کرنا کہتے ہیں۔ دوسرا انداز زندگی یہ ہے کہ جو کچھ سچا چلا آ رہا ہے اسے آنکھیں بند کر کے صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ نہ اس پر عقل و بصیرت کی روش سے غور و فکر کیا جائے نہ وحی خداوندی کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے۔ قرآن مجید نے اس روش زندگی پر چلنے والوں کو کالاً لعنم **بَلْ هُمْ أَصْلَٰفٌ كَاذِبٌ** قرار دیا ہے یعنی حیوانی سطح پر زندگی بسر کرنے والے۔ اور ان کا ٹھکانا جہنم بتایا ہے۔ جب سے اسلام کی گامی غیر اسلامی ٹیڑھی پر ٹیڑھی ہم اسی روش پر گامزن چلے آ رہے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے ہماری اس بیچ زندگی کو ٹیڑھی شدت سے مسخر کیا اور ہر زبان سے جہاں کہہ کر وہ ان ملت کو اس شاہراہ پر ڈال دیا جائے جو اسے حقیقی اسلام کی منزل تک لے جائے۔ اس کے لئے انہوں نے (بطور قسم اول) ہندی مسلمانوں کے لئے اپنی آزاد مملکت کا تصور پیش کیا۔ تاکہ ان کے الفاظ میں (اسلام پر سے اس غیر اسلامی قشر (چھلکوں) کو اتار کر جو ہمارے اور ملکیت میں اس پر تہ بہ تہ جم گئے تھے، پھر سے اصل اسلام کو زندہ حقیقت بنادیا جائے۔ اس کا طریق وہی تھا جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ یعنی جو کچھ اسلام کے نام سے متواتر چلا آ رہا ہے اس کے ایک ایک عنصر (معتقدات، نظریات، آئین و نظام، احکام و قوانین وغیرہ) پر عقل و بصیرت کی روش سے غور و فکر کیا جائے اور قرآن مجید کی روشنی میں ان کا جائزہ لے کر جو کچھ اس معیار پر پورا اترے اسے حق و صداقت تسلیم کر لیا جائے اور جو اس کے خلاف ہوا اسے مسترد کر دیا جائے۔ علامہ اقبالؒ کے اس تصور کو دوبارہ عمل لانے کا نام تحریک پاکستان تھا جو تادمِ عظم کے زیرِ سیادت پر وہاں چڑھ رہی تھی۔

جس دوسرے مسلک یا بیچ زندگی کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے، اس کے حاملین کی طرف سے اس تحریک کی نفی ہوئی۔ انگریز نے اپنے عہدِ حکومت میں مسلک یہ اختیار کیا تھا کہ مسلمانوں (بلکہ جملہ اہل مذاہب) کو ان کے معتقدات و عبادات اور شخصی قوانین کی آزادی دی جائے اور امورِ مملکت میں انہیں دخل انداز نہ ہونے دیا جائے۔ ہندوستان کی تحریکِ آزادی کے دوران ہندو نے بھی یہی مسلک اختیار کیا اور کہا کہ حصولِ آزادی کے بعد مسلمانوں کو مذہب کے معاملہ میں وہی آزادی حاصل رہے گی جو انہیں انگریز کے زمانے میں حاصل تھی، اور امورِ مملکت جمہوری انداز سے سرانجام پائیں گے۔ ہمارے مذہب پر مستحقہ نے کہا کہ اس سے اسلام کا منشا و پورا ہو جاتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے کسی آزاد مملکت کی ضرورت نہیں۔

تحریک پاکستان کی جنگ و حقیقت انہی دو نقطہ نگاہ یا مسلک کی جنگ تھی۔ اول آئے کر نقطہ نگاہ کا پیامبرِ اقبالؒ حصولِ پاکستان سے پہلے ہی راہی ملک تھا ہو گیا۔ اور اس کا شیخ برادر قائدِ عظم اس کے مقصد سے عرصہ بعد ہم سے رخصت ہو گیا۔ ان کے بعد اسلام کی نماندگی ان لوگوں کے حصے میں آگئی جو دوسرے نقطہ نگاہ کے حامل تھے۔ یعنی اس نقطہ نگاہ کے حامل کہ اسلام

میں جو دلائل ہم نے پیش کئے، وہ مختصاً حسب ذیل تھے۔

(۱) "کتاب و سنت" میں کتاب (قرآن مجید) کا لفظ محض تبرکاً لکھ لیا گیا ہے۔ عملاً تمام احکام شریعت کے متعلق دعوتِ یہ ہے کہ وہ (بلا واسطہ یا بلا واسطہ) سنت پر مبنی ہیں۔ حتیٰ کہ ہماری شریعت میں ایسے احکام بھی ہیں جو صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ اس کے جواز میں کہا جاتا ہے کہ سنت، قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے۔

(۲) سنت کے متعلق ہم نے کہا تھا کہ اس کی تفصیلات تو ایک طرف، اس کے مفہوم تک میں بنیادی اختلاف ہے۔ ایک طبقہ کے نزدیک، سنت، احادیث ہی کا دوسرا نام ہے۔ یعنی ہر حدیث سنت رسول اللہ ہے۔ دوسرے طبقہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر حدیث، سنت نہیں۔ سنت، حضور کے اس غل کو کہا جائے گا جسے آپؐ نے یہ حیثیت رسول سرانجام دیا ہو۔ چونکہ احادیث کے مجموعوں میں اس کی کہیں قصرت یہ نہیں کہ حضورؐ نے فلاں کام یہ حیثیت رسول کیا تھا اور فلاں کام اپنی شخصی حیثیت سے، اس لئے اس کا تعین نہیں خود کرنا چاہیگا۔ اس موضوع پر سید ابوالاعلیٰ مودودی (مرحوم) اور اس زمانہ کے جمیعت اہل بیت کے صدر، مولانا محمد اسماعیل (مرحوم)، میں دلچسپ بحث چلی تھی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے۔ مولانا اسماعیل مرحوم کی طرف سے شائع کردہ کتابچہ۔ "تجارت اسلامی کا نظریہ حدیث"۔ اور مودودی مرحوم کی کتاب "تفہیمات" اور رسائل و مسائل) ظاہر ہے کہ جس نیاں کا مفہوم تک متعین نہ کیا جاسکتا ہو، اس پر قوانین مملکت کی عمارت کس طرح استوار ہو سکتی ہے؟

(۳) قرآن کریم ایک متعین اور معلوم کتاب ہے جسے تمام مسلمان کتاب اللہ مانتے ہیں۔ لیکن تمام عالم اسلام میں کوئی ایسی کتاب نہیں جسے تمام مسلمان سنت رسول اللہ کا مستند اور متفق علیہ مجموعہ تسلیم کرتے ہوں۔ ہر فرقہ کی "سنت" الگ الگ ہے۔ یعنی الگ الگ حدیثیں۔ اور الگ الگ کی بھی یہ کیفیت کہ (مثلاً) اہل حدیث حضرات کے نزدیک، بخاری اور مسلم کی کسی ایک حدیث کا انکار بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اور حنفی حضرات، بخاری اور مسلم کی کم از کم دوسو حدیثوں کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ (علاً) کیفیت یہ ہے کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو اسلام کے بنیادی ستون کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی بات بعد میں آئے گی) صلوٰۃ (نماز) کی کیفیت یہ ہے کہ ہر فرقہ کی نماز میں، دوسرے فرقوں کی نماز سے اختلاف ہے۔ اور ہر فرقہ اپنی نماز کو احادیث کے مطابق ثابت کرتا ہے۔ اس اختلاف کی شدت کا یہ عالم ہے کہ ایک فرقہ کے پیرو، دوسرے فرقہ والوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے، اور مسجدوں کی تفصیلات پر مختلف فرقوں میں آئے دن فساد ہوتے دہتے ہیں۔

بیس برس تک طلوع اسلام اپنی اس پکار کو دہراتا رہا کہ "کتاب و سنت" کی رو سے پبلک لائن کا کوئی ایسا ضابطہ مرتب نہیں ہو سکتا جسے تمام فرقے متفقہ طور پر اسلامی تسلیم کر لیں۔ ان حضرات میں سے کسی نے طلوع اسلام کی کسی دلیل کی تردید نہ کی۔ - بیس برس کے بعد مودودی (مرحوم) کو طلوع اسلام کے اس دعوے کو تسلیم کرنا پڑا کہ کتاب و سنت کی رو سے پبلک لائن کا کوئی ایسا ضابطہ مرتب نہیں کیا جاسکتا جسے تمام فرقے متفقہ طور پر اسلامی تسلیم کر لیں۔ (حوالہ کے لئے دیکھئے ہفت روزہ ایشیا۔

بات ۲۲ اگست ۱۹۷۹ء)

(۴)

اس اعتراف کے بعد مودودی (مرحوم) نے کہا کہ اس کے بجائے فقہ حنفی کو ملک میں، مملکت کے قانون کی حیثیت فقہ نافذ کر دیا جائے۔ طلوع اسلام نے اس پر بھی قوم کے سامنے حقائق کا آئینہ دکھا اور کہا کہ یہ تجویز، نہ صرف دین

کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے بلکہ ناممکن العمل بھی ہے۔ اس نے اختصاراً کہا:-

(۱) فقہ کی صحیح پوزیشن سمجھنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قانون سازی کے سلسلہ میں قرآن مجید کا مؤقف کیا ہے۔ قرآن کریم، تمام نوع انسان کے لئے، ہمیشہ کے لئے ضابطہ زندگی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانی ضروریات اور تقاضے جامد نہیں رہتے۔ یہ حالات اور زمانے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ جس ضابطہ کو عالمگیر انسانیت کے لئے تمام زمانوں کے لئے ابدی راہ نمائی کا کام دینا ہے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اس میں نوع انسان کے بدلتے رہنے والے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تبدیلی کی گنجائش ہوتی۔ اس بنیادی تقاضا کے پیش نظر، قرآن مجید نے، بہتر چیز منجانب احکام، زندگی کے لئے اصول اور اقدار دیئے ہیں۔ احکام و قوانین کی جزئیات خود ہی متعین نہیں کر دیں۔ اس نے کہا ہے کہ یہ اصول اور اقدار ان حدود و کاہم دیں گی جس کے اندر رہتے ہوئے ہر زمانہ کی اسلامی مملکت اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق جزئیات خود متعین کرے۔ قرآن مجید کے اصول و اقدار تو ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہیں گے لیکن ان کے اندر رہتے ہوئے مدون کردہ جوئیات، بدلتے رہنے والے حالات کے مطابق بدلتی رہیں گی۔ ثبات (PERMANENCE) اور تغیر (CHANGE) کے اس حسین انتزاع سے، قرآنی نظام، نوع انسان کی ارتقائی منازل کا ساتھ دیتے ہوئے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

اس نظام کی اس خصوصیت کو سمجھنے کے لئے مثال کے طور پر، ملک کے میدان کو سامنے لائیے۔ اس میدان کے چاروں طرف ایک نمایاں لکیر کھینچ کر اسے محدود کر دیا جاتا ہے۔ میدان کے اندر، دو چار جگہ خصوصی نشانات لگا دیئے جاتے ہیں اور دونوں ٹیموں کے لئے گول (نصب العین) متعین کر دیا جاتا ہے۔ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے، اور ان ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے جو اس کھیل کے نئے متعین کئے جاتے ہیں، ٹیم اور ٹیم کا ہر کھلاڑی آزاد ہوتا ہے کہ وہ اپنی صدا بہید کے مطابق، گیند کو گول کے اندر پہنچا دے۔ ان کھلاڑیوں میں سے جو شخص کھیل کے قواعد و ضوابط سے اچھی طرح واقف اور اپنی ٹیم کے کھلاڑیوں کے مزاج اور صلاحیتوں پر نگاہ رکھتا ہو، اسے ٹیم کا کپتان مقرر کر دیا جاتا ہے۔ یہ کپتان بھی ان قواعد و ضوابط کا باقی کھلاڑیوں کی طرح پابند ہوتا ہے۔ اس کا فریضہ کھلاڑیوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنا ہوتا ہے۔

اس مثال سے اسلام کے نظام قانون سازی کا اصول سمجھ میں آجائے گا۔ ہر دور کی اسلامی مملکت کا فریضہ یہ طے کرنا ہوگا کہ قرآن کریم کے ابدی اور غیر متبدل اصول و اقدار کو کس طریق سے نافذ کیا جائے۔ اس طریق کا یا (پروگرام) کی جزئیات کو احکام شریعت یا فقہی قوانین کہا جاتا ہے۔ (ضمناً) لفظ شریعت کے معنی اس راستے کے ہیں جو جیتے پال کے گھاٹ کی طرف لے جائے۔ اس میں آبِ رواں یا بہنے پانی (ندی) کی شرط ضرور طلب ہے۔ زندگی اگر کسی مقام پر ساکن یا جامد ہو جائے تو وہ ندی نہیں رہتی اس لئے اس قسم کے ساکن پانی رونا قابل تغیر قوانین کی طرف لے جانے والے راستے کو "شریعت" کہا ہی نہیں جاسکے گا۔ باقی رہی فقہ، سوا اس کے معنی ہیں خود رتف گم کے بعد کسی حل پر پہنچنا۔ اگر فقہ میں لفظ (خود و فکر) کی گنجائش نہ رہے تو وہ فقہ کہا نہیں سکتی۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ کسی زمانے کے مدون کردہ قوانین فقہ ہمیشہ کے لئے غیر متبدل قرار نہیں پاسکتے۔ یہ اس زمانے کے لئے جس میں یہ مدون ہوئے تھے، قوانین شریعت کہلا سکتے تھے۔ انہیں بعد کے زمانے والوں پر علیٰ حالہ مسلط کرنا، نہ اسلام کا منشا تھا، نہ ان مقتضیوں کا مقصد جنہوں نے انہیں مدون

کیا تھا۔ چونکہ یہ بعد کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو پورا کر ہی نہیں سکتے۔ اس لئے نامحکم العمل ہوتے ہیں۔ (اس کی مثالیں آگے چل کر سامنے آئیں گی) قرآن مجید نے غیر متبدل صرف کلمت اللہ (قوانین خداوندی) کو قرار دیا ہے۔ (۶۶) انسانوں کے وضع کردہ قوانین کو غیر متبدل قرار دینا انہیں مقام الوہیت عطا کر دینا ہے جو شرک ہے۔ ابدیت اسی کے احکام کو حاصل ہو سکتی ہے جو خود ابدی ہو۔

(۵)

جب یہ تجویز کیا گیا تھا کہ پاکستان میں فقہ حنفی (بطور پبلک لازماً نافذ کر دی جائے تو ہم نے اس کے خلاف مذکورہ صدر، پہلا اور بنیادی اعتراض کیا تھا۔ اب دوسرے اعتراض کی طرف آئیے۔

(۱) مسلمانوں میں متعدد فرقے ہیں اور ہر فرقے کی فقہ اپنی اپنی ہے۔ ایک فرقہ نہ کسی دوسرے فرقہ کی فقہ کو اصلاحی تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے، نہ ہی اپنی فقہ میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کے لئے آمادہ۔ اندر میں حالات، کسی ایک فرقہ کی فقہ کو، دوسرے فرقوں پر مسلط کرنا، اور ان سے کہنا کہ وہ اسلامی قوانین کی حیثیت سے اس کی اطاعت کریں، مذہب میں جبر ہوگا جسے کوئی بھی بطیب خاطر قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس تجویز کے خلاف (کہ ملک میں فقہ حنفی نافذ کر دی جائے) سب سے پہلے شیعہ حضرات نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اس کے بعد اہل حدیث نے یہ کہہ کر اس کی مخالفت کی کہ ہم تو فقہ کے مسلک ہی کو غیر اسلامی سمجھتے ہیں (خواہ وہ کوئی فقہ ہو) اس لئے ہم فقہی قوانین کو کس طرح اسلامی تسلیم کریں گے۔ اس وقت یہ بحثیں محض نظری تھیں۔ اس کے بعد ان فقہی قوانین کی پہلی قسط "قوانین حدود" (سزائوں سے متعلق قوانین) کی شکل میں ۱۹۷۹ء میں ملکی قوانین کی حیثیت سے نافذ کی گئی۔ یہ قوانین کس قدر ناممکن العمل تھے اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ان قوانین کے ساتھ ہی (انگریزی زمانہ کے) مروجہ قوانین بھی شائع کر دیئے گئے اور کہہ دیا گیا کہ جو مقدمات قوانین حدود کی زد سے فیصل نہ ہو سکیں، ان کا تصفیہ مروجہ قوانین کی زد سے کر دیا جائے۔ چنانچہ، اس تمام زمانے میں، قوانین حدود میں سے کوئی ایک قانون بھی نافذ العمل نہ ہو سکا۔

یہ قوانین ہیں کس قسم کے، اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ

(۱) جرم زنا کے ثبوت کے لئے شرط یہ ہے کہ چار مسلمان متفق۔ پرمیزگار گواہوں نے "عمل دخول"..... (ACT OF PENETRATION) کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ جن لوگوں کی آنکھوں پر عقیدت کے رنگین چشمے ہیں، ان سے تو ہمارا خطاب نہیں۔ لیکن جو حضرات واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوں، ہم ان سے عرض کریں گے کہ وہ سوچیں کہ ایسی قسم کے قانون کے متعلق (ہم تو ایک طرف) دنیا کیا کہے گی؟ لیکن یہ قانون، ہمارے ہاں اسلامی قانون کی حیثیت سے نافذ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ صرف کاغذ پر ہی ثبت ہے عمل اس پر آج تک نہیں ہو سکا۔ نہ کبھی ہو سکے گا۔

(۲) ان قوانین کی زد سے، شادی شدہ اشخاص کے لئے جرم زنا کی سزا رجم ہے۔ یعنی مجرم کو زمین میں گاڑ کر، اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا۔ یہ سزا قرآن کریم کے یکسر خلاف ہے۔ اس میں کہیں یہ سزا مقرر نہیں کی گئی۔ یہ غنیمت

ہے کہ جرم زنا کے ثبوت کے لئے جس شرط کا متعلق (۱) میں ذکر کیا گیا ہے، اس کی ٹروسے، اس جرم کی شرعی سزا کا موقعہ ہی نہیں آئے گا۔ بایں ہمہ یہ قانون بھی بحیثیت اسلامی قانون ہمارے ہاں نافذ ہے۔

(۰)

زکوٰۃ

”حدود کے بعد، حال ہی میں زکوٰۃ کے متعلق قوانین نافذ کئے گئے ہیں۔ قرآن کریم میں تو اس قسم کی زکوٰۃ کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ سنت رسول اللہ اور فقہ کی ٹروسے زکوٰۃ کے متعلق چھ چیزیات (نصاب، مدت وغیرہ) متنازعہ ہیں، اگر ہی مقبض، یہ قوانین ان کے بھی خلاف ہیں۔ یہ قوانین ایک عرضۃ نصاب، اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعہ تدوین اور حکومت کے وزارت قانون کے ذریعہ منظور ہے، لیکن ان کی ملکیت کی کیفیت یہ ہے کہ (۱) پہلے اجرائیہ میں نصاب کی شرح ایک ہزار روپیہ مقرر کی گئی اور دو تین دن بعد اسے بڑھا کر تین ہزار کر دیا۔ اور اس کے لئے دلیل یہ دی گئی کہ زکوٰۃ کا نصاب پچاس تو لے چاندی ہے، اور پچاس تو لے چاندی کی قیمت آجکل قریب تین ہزار روپیہ ہوتی ہے۔ اس لئے نصاب یہ ہونا چاہیئے۔ (ضمناً) نصاب زکوٰۃ، پہلے تو لے سونا بھی ہے جس کی مرقہ قیمت چودہ پندرہ ہزار روپیہ ہوتی ہے۔ معلوم نہیں اسے نصاب کیوں نہیں تسلیم کیا گیا!! (۲) پہلے حکم کی ٹروسے، ہر رقم پر جو ہزار روپیہ سے زائد رقمی، زکوٰۃ وضع کی گئی۔ اس کے بعد کہا گیا کہ زکوٰۃ، درحقیقت اس مال پر واجب ہوتی ہے جو صاحب نصاب کے قبضہ میں سال بھر تک رہا ہو۔ اس لئے، ہزار روپیہ سے زائد ہر رقم پر زکوٰۃ وضع کرنا جائز نہیں تھا۔ یہ اسی رقم پر واجب تھی جو صاحب نصاب کی ملکیت میں سال بھر تک رہی ہو۔ (۳) پہلے حکم میں بہت سی مدت کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ اب، اسلامی نظریاتی کونسل کے (عبدی) حجتیہ علی اکثر تشریح العملی صاحب فرمایا ہے کہ ان میں اکثر مدت ایسی ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ یعنی اسلامی قوانین کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں۔ یہ اشخاص کی ذاتی رائے کے تابع وضع ہوتے ہیں۔ (اس کی تفصیل ہم نے ایک اور مقالہ میں دی ہے)۔

جب ہم اپنی فقہ میں ایسے قوانین دیکھتے تھے جو قرآن مجید کے بھی خلاف تھے اور علم و بصیرت کے بھی خلاف، تو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس قسم کے قوانین وضع، مرتب اور نافذ کیسے ہو گئے، اب یہ معمہ بھی حل ہونا جا رہا ہے۔

(۰)

جو کچھ ہم نے سابقہ صفحات پر لکھا ہے، آپ نے غور فرمایا کہ اس سے کون سے خدشات ہمارے سامنے آتے ہیں؟ یہ خدشات کہ (۱) پہلے کہا گیا کہ ہر فرقہ کے لئے شخصی قوانین اپنے اپنے ہوں اور پبلک لاز، کتاب و سنت کی ٹروسے مرتب کئے جائیں۔ بیس سال تک اس ناممکن مطالبہ پر زور دیا جاتا رہا۔ (۲) بیس سال کے بعد کہا گیا کہ کتاب و سنت کی ٹروسے پبلک لاز کا کوئی ایسا ضابطہ وضع نہیں کیا جاسکتا جسے تمام فرقے متفقہ طور پر اسلامی تسلیم کر لیں۔ اس لئے اس خیال کو چھوڑ کر ملک میں فقہ حنفی نافذ کر دی جائے۔ اور (۳) فقہ حنفی کے نفاذ کے اولین مرحلہ پر ہی یہ حقیقت سامنے آگئی کہ اس کی ٹروسے بھی پبلک لاز کا کوئی ایسا ضابطہ وضع نہیں کیا جاسکتا جو تمام فرقوں کے نزدیک اسلامی ہو۔ ہمارے قدامت پسند طبقہ کے نزدیک، اسلامی قوانین کے یہی دو مآخذ تھے، سورہ ناکم رہ گئے۔ اب اس کے

بعد کیا؟ — یہاں حقائق کا سامنا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

آپ نے غور فرمایا ہے کہ مملکت پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کے سلسلہ میں ہم کس مقام پر پہنچ گئے، یا پہنچائے جا رہے ہیں؟ اسی مقام پر جہاں مطالبہ پاکستان کے مخالفین کھڑے تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ (۱) متحدہ (آزاد) ہندوستان میں مسلمانوں کو شخصی قوانین کی آزادی حاصل ہوگی۔

(۲) باقی رہے پبلک لاء، سوال اس کے لئے اس کے سوا کوئی صورت ہی نہیں کہ انہیں جمہوری طریقہ سے وضع کیا جائے۔

پاکستان میں جو کچھ اسلام کے نام سے ہو رہا ہے اس سے ہم بتدریج اس مقام تک پہنچ جائیں گے۔ اور جب ہم اس مقام پر پہنچ جائیں گے تو اس سے ہماری نوجوان نسل کا یہ خیال، ایک حقیقت بن جائے گا کہ متی و ہندوستان میں ٹینٹسٹ مسلمان (یا ہندو) صحیح کہتے تھے کہ مسلمانوں کو جداگانہ مملکت کی ضرورت کیا ہے، اور تو اور، مسٹر گاندھی تک نے بھی یہ کہہ دیا تھا کہ اگر سٹر جناح، پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کا خیال ترک کر دیں تو ہمارے ادھر ان کے اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ ہماری نئی نسل کے اس سوال کا ذکر ہم نے پاکستان بنا کر حاصل کیا کیا ہے؟ ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز تو یہی تھی کہ ہم اسے اسلامی بنانا چاہتے ہیں۔ اگر اسلام بن نہیں سکتی تو پھر اس کے ہندوستان سے علیحدہ رہنے کی وجہ جواز کیا ہوگی؟

اس مقام پر آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ پھر اس مشکل کا حل کیا ہوگا۔ اس کا حل وہی ہوگا جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی قرآن مجید کی غیر متبدل حدود کے اندر رہتے ہوئے، اپنے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق جزئی قوانین خود وضع کئے جائیں۔ اگر آپ کہیں کہ فضا اور ریاضیات کو غیر متبدل دین سمجھنے والے اس کے لئے تیار نہیں ہوں گے..... تو پھر ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہیے کہ یہاں بھی ایسی حکومت قائم ہو جائے جیسی دنیا کے عام ممالک میں ہے۔

(۷)

معراج انسانیّت

سیرت ماحب قرآن و علیہ النبیہ و السلام خود قرآن کے آئینے میں منکشف قرآن کا بلند پایہ شاہکار، عقل و عشق، فکر و نظر، دل اور دماغ کا حسین استنتاج۔ اس سیرت طیبہ کے مطالعہ سے

مقام محمدی — اور — انقبلا محمدی نکھر کر سامنے آجاتے ہیں

حسن معنوی کے ساتھ صوری پاکیزگی بھی دیدہ زیب، بڑی تقطیع، اعلیٰ درجہ کا سفید کاغذ، ضخامت پانصد صفحات، کتابت طباعت نورانی، جلد مضبوط اور دلکش

محلے کا پتہ

قیمت ۴۵ روپے (غلاوہ محمولہ)

مکتبہ دین و دانش چوک اردو بازار لاہور * ادارہ طلوع اسلام لاہور